بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام
امن پسند مذہب ہے

DEENIYAT

پہلا ایڈیشن

ماہ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ماہ مارچ ۲۰۱۴ء

ناشر
دینیات ایجوکیشنل اینڈ
چیریٹیبل ٹرسٹ
ممبئی، ہندوستان۔

Published by
Deeniyat Educational
and Charitable Trust
Mumbai, India.

Tel : 022 23051111 | info@deeniyat.com | www.deeniyat.com

Bellasis Road, Mumbai Central, Mumbai 008 400

پیش لفظ

خوراک وغذا اور آب وہوا جس طرح اس روئے زمین پر بسنے والے ہر انسان کی فطری ضرورت ہے، اسی طرح امن وامان معاشرہ وسماج کے ہر فرد کی ضرورت ہے؛ یہی وجہ ہے کہ ہر انسان امن وسکون چاہتا ہے اور ظلم وفساد اور خوف وہراس سے پناہ مانگتا ہے۔

مذہب اسلام نے انسانوں کی اس فطری ضرورت کا پورا پورا خیال رکھا ہے، اور ظلم وفساد کو سختی کے ساتھ منع کیا ہے؛ بلکہ اس نے امن وامان کو غارت کرنے والے فسادیوں کی راہ اپنانے پر بھی قدغن لگائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: '' وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ '' فساد پھیلانے والوں کے راستے پر مت چلو۔ [سورۂ اعراف: ۱۴۲]

اس میں کوئی شک نہیں کہ سماجی زندگی میں سب سے اہم مسئلہ امن وامان ہی کا ہے، اور امن و امان انسانی جان، انسانی مال اور انسانی عزت وآبرو تینوں سے وابستہ ہے۔ اگر سماج میں بسنے والے انسانوں کی یہ تینوں چیزیں محفوظ ہیں، تو وہ سماج پُر امن ہے؛ ورنہ نہیں۔

مذہب اسلام کی یہ بڑی خصوصیت ہے کہ اس نے امن وامان کے قیام کے لیے ان تینوں چیزوں کو تحفظ فراہم کیا ہے؛ حتی کہ مسلمان تو مسلمان غیر مسلموں کی بھی ناحق جان لینے اور ان کے اَملاک کو ہلاک کرنے سے منع کیا ہے؛ بلکہ اگر کوئی غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے، ان کے خلاف عداوت ودشمنی کا اظہار نہ کرے، ان کو پریشان کرنے کی منصوبہ بندی نہ کرے، ان کے دینی معاملات میں رخنہ نہ ڈالے، تو شریعت اسلام نے ایسے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کو پسند کیا ہے۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تمھیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی، اور تمھیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، ان کے ساتھ تم کوئی نیکی کا یا انصاف کا معاملہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ [سورۂ ممتحنہ: ۸]

ادارۂ دینیات نے امن وامان کی اسی اہمیت کے پیش نظر ایک مختصر سا رسالہ تیار کیا ہے، جس میں قرآن وحدیث کی روشنی میں امن وامان کی اہمیت اور ظلم وفساد کی مذمت بیان کی گئی ہے اور ساتھ ہی امن وامان کے قیام کے لیے کچھ زریں اصول بتائے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ادارے کی اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے اور اس رسالے کو معاشرے میں امن وامان قائم ہونے کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد

اللہ تعالی نے اس وسیع وعریض، خوبصورت اور ہرطرح کی نعمت سے مالا مال کائنات کو انسانوں کے لیے بسایا ہے، اس کائنات اور اس سے متعلق تمام چیزیں ہر وقت انسان کی خدمت اور اس کو آرام وراحت اور سکون فراہم کرنے میں مشغول ہیں۔قرآن کریم نے بھی اس بات کوواضح کردیا ہے کہ پوری کائنات انسان کے لیے ہے۔اللہ تعالی فرماتے ہیں: ''وَسَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ'' [سورۂ جاثیہ:۱۳] اور آسمان میں اور زمین میں جو کچھ ہے، اُس سب کو اُس نے اپنی طرف سے تمھارے کام میں لگا رکھا ہے۔

سکون کے لیے امن وامان لازمی:

لیکن دو چیزیں ایسی ہیں جو انسان کے لیے بے حد ضروری ہیں؛ اگر یہ دو چیزیں اسے حاصل نہ ہوں، تو چاہے آرام وراحت کے کتنے ہی وسائل حاصل ہو جائیں؛ مگر اس کی زندگی بے سکون اور اس کی آرزوئیں ناتمام رہتی ہیں، وہ دو چیزیں امن اور ترقی ہیں؛ اسی لیے اللہ تعالی نے مکہ والوں پر اپنے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے بڑے اہتمام سے انھیں امن وامان عطا فرمانے کا تذکرہ کیا ہے: ''اَلَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّ اٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ'' [سورۂ قریش:۴] جس نے بھوک کی حالت میں انھیں کھانے کو دیا، اور بدامنی سے انھیں محفوظ رکھا۔

زندگی میں سکون وراحت کے لیے انسانی معاشرے میں امن وامان کی موجودگی ضروری ہے؛ مگر انسانی معاشرے میں امن وامان کیسے پیدا ہوگا؟ کس طرح اس کا ماحول

بنے گا؟ اور وہ کون سے اسباب و وجوہات ہیں، جن کو اختیار کرکے امن و امان کی خوش گوار فضا پیدا کی جاسکتی ہے؟، تو اس کا آسان اور حقیقت پسندانہ جواب یہ ہے کہ امن و امان اسی وقت قائم ہوگا اور اس کی فضا اسی وقت بنے گی، جب عدل و انصاف قائم ہوگا۔

زندگی گزارنے کے تین طریقے ہیں:

زندگی گذارنے کے تین طریقے ہیں، جن کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے: ① عدل و انصاف۔ ② احسان۔ ③ ظلم۔ عدل کا مطلب یہ ہے کہ انسان دوسروں کو ان کا پورا پورا حق دے اور خود اپنے حق سے زیادہ نہ لے۔ احسان یہ ہے کہ انسان دوسروں کو ان کا حق ان کے حصے سے بڑھا کر دے اور خود اپنا حق اپنے حصے سے کم لے یا اپنا حصہ ہی نہ لے۔ ظلم کے معنی یہ ہے کہ انسان دوسروں کو ان کا حق نہ دے یا خود اپنا حق اپنے حصہ سے زیادہ لے۔

قرآن کریم نے زندگی گذارنے کے پہلے دونوں طریقوں: عدل و انصاف اور احسان کو درست، بہتر اور قابل تعریف قرار دیا ہے اور ظلم کو ممنوع بتایا ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ”اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ“ [النحل: ۹۰] بے شک اللہ تعالی عدل و انصاف کا، احسان کا، اور رشتہ داروں کو (ان کے حقوق) دینے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی، بدی اور ظلم سے روکتا ہے۔

البتہ عدل و احسان میں بھی بہتر طریقہ یہ ہے کہ انسان ”احسان“ سے کام لے، قرآن مجید میں جگہ جگہ احسان کی تعریف کی گئی ہے، ارشاد ربانی ہے: ”اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ“ بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ [سورۂ مائدہ: ۱۳]

دسری جگہ ارشاد ہے ”اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ“ جو لوگ احسان کا رویہ اختیار کریں گے، بے شک اللہ تعالی ان کو بہتر بدلہ اور انعام سے محروم نہیں کریں گے۔
[سورۂ توبہ: ۱۲۰]

زندگی گزارنے کا ظلم والا طریقہ بدترین ہے:

زندگی گذارنے کا تیسرا طریقہ، جو کہ ظلم ہے، اسلام کی نظر میں بدترین گناہ اور اللہ تعالی کی سخت نافرمانی ہے؛ اگر ظلم والے طریقہ سے زندگی گذاری جائے، تو پورے معاشرے سے امن وامان بالکل ختم ہوجائے گا اور خوف و بدامنی پھیل جائے گی، اسلام چوں کہ ایک پاکیزہ اور امن پسند مذہب ہے جو ہر وقت انسانی سماج اور معاشرے میں امن وامان قائم رکھنا چاہتا ہے اور ظلم وستم کو دنیا سے مٹا دینا چاہتا ہے؛ اسی وجہ سے اس نے ''عدل اور احسان'' کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور امن کو ختم کرنے والی چیز ظلم سے روکا ہے اور مختلف طریقوں سے ظلم کی مذمت اور وعیدیں بیان کی ہے؛ تاکہ لوگوں کے دلوں میں ظلم سے نفرت پیدا ہوجائے اور وہ ظلم سے دور رہیں۔

ظالموں کے لیے ناکامی و ہلاکت ہے:

قرآن پاک میں تقریباً ایک سو نوے مقامات پر الگ الگ طریقوں سے ظلم اور ظالموں کی مذمت وبرائی اور ان کی ناکامی بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ''اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ'' یقین رکھو کہ ظالم لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ بل کہ ان کا انجام تباہی ہے۔ [سورۂ انعام:۲۱]

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ'' ظالموں کا انجام ہلاکت و بربادی ہے۔ [سورۂ انعام:۴۷]

ایک آیت میں اللہ تعالی نے فرمایا: ''وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ'' اور ظالموں کا برا ٹھکانا ہے۔ [آل عمران:۱۵۱]

ظالموں پر اللہ کی لعنت اور عذاب ہے:

اللہ تعالی نہ ظلم کرتے ہیں اور نہ ہی ظلم وستم کرنے والے کو پسند کرتے ہیں، ارشاد ربانی ہے: ''وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ'' اللہ تعالی ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

ظلم اللہ تعالیٰ کو اتنا ناپسند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظالموں پر لعنت بھیجی ہے اور [سورۂ آل عمران: ۵۷] انھیں ہمیشہ کے عذاب کی خوش خبری سنائی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ'' سن لو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ [ہود: ۱۸]

ایک جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''أَلَا إِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ'' ظالم لوگ دائمی اور ہمیشہ ہمیش کے عذاب میں رہیں گے۔ [سورۂ شوریٰ: ۴۵]

فساد اور فسادی لوگ اللہ کو ناپسند ہیں:

ظلم وفساد، خوف و ہراس اور بدامنی کے پھیلنے اور امن وسکون کے ختم ہونے کا سبب بنتا ہے؛ اس لیے فساد اور فسادی لوگ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ'' اللہ تعالیٰ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ [سورۂ مائدہ: ۶۴]

ایک آیت میں انسانوں کو زمین میں فساد نہ پھیلانے کی ہدایت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ'' اور زمین میں فساد پھیلاتے مت پھرو۔ [سورۂ ہود: ۸۵]

ایک دوسری آیت میں ارشاد ربانی ہے: ''وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ'' اور زمین میں فساد مچانے کی کوشش نہ کرو، یقین جانو اللہ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ [سورۂ قصص: ۷۷]

ایک جگہ فسادیوں کے نقش قدم پر نہ چلنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ'' فساد پھیلانے والوں کے راستے پر مت چلو۔ [سورۂ اعراف: ۱۴۲]

یہ ایک حقیقت ہے کہ فسادی لوگ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوں گے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''إِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ'' اللہ تعالیٰ فساد

کرنے والوں کے کام کو پورا نہیں ہونے دیتا ہے۔[سورۂ یونس:۸۱] جب فسادیوں کے مقدر میں ہمیشہ کی ناکامی ہے تو عقل کا تقاضہ یہی ہے کہ ایک انسان نہ تو خود فساد پھیلائے اور نہ ہی فسادیوں کی اتباع کرے۔

اللہ تعالی دنیا میں فتنہ، فساد اور خوں ریزی کو ہرگز پسند نہیں کرتا؛ چناں چہ فساد مچانے والوں کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: ”وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ“ اور جب وہ آپ کی مجلس سے پیٹھ پھیرتا ہے تو اس تگ و دو میں رہتا ہے کہ شہر میں کوئی فساد مچادے اور تباہ کردے کھیتیاں اور جانیں، اور اللہ تعالی فساد کو ناپسند کرتا ہے۔

[سورۂ بقرہ:۲۰۵]

اس آیت میں جن لوگوں کی مذمت کی گئی ہے ان میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو بلا وجہ دنیا میں جانی و مالی تباہی کے منصوبے بناتے ہیں اور اس پر عمل کرکے انسانیت کا خون کرتے ہیں۔ اللہ تعالی نے ان آیات کے علاوہ بھی بہت سی آیات میں ظلم وستم اور شر وفساد کی مذمت بیان فرمائی ہے اور ظالموں کے لیے عذاب کا تذکرہ کیا ہے۔

ظلم کرنے کو حرام سمجھا جائے:

اسلام بنیادی طور پر ظلم کا مخالف ہے، اسلام کی فطرت یہ ہے کہ وہ ظلم کو برداشت نہیں کرسکتا، پورا اسلامی نظام ہر موڑ پر ظلم کو ختم کرنے کی تعلیم دیتا ہے، اسلام کا یہ اصول ہے: ”لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ“ یعنی نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ۔ یہی اصول اسلام کی ہر تعلیم میں نظر آتا ہے۔ [موطا مالک:۲۷۵۸ عن یحیی المازنی رضی اللہ عنہ]

اس سلسلے میں بہت سی احادیث بھی موجود ہیں۔ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام قرار دیا ہے؛ لہٰذا تم لوگ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ [مسلم:۶۷۳۷، عن ابی ذر رضی اللہ عنہ]

ظالم کو ظلم سے روکنا اس کی مدد ہے:

اسلام نے یہ بھی تعلیم دی ہے کہ جہاں تک ہو سکے آدمی اپنی طاقت وقوت کے ذریعہ مظلوم کی حمایت کرے اور ظالم کو اس کے ظلم سے باز رکھنے کی کوشش کرے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، ایک شخص نے (حیرت سے) عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر وہ مظلوم ہو، تو اس کی مدد کرنے کی بات تو سمجھ میں آ رہی ہے؛ لیکن اگر وہ ظالم ہے، تو اس کی مدد کیسے کروں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ظالم بھائی کی مدد اس طرح ہوگی کہ تم اس کو ظلم سے روک دو (تاکہ وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے) اور یہی اس کی مدد ہے۔ [بخاری: ۶۹۵۲ عن انس رضی اللہ عنہ]

ظلم اور مظلوم کی بد دعا سے بچنا چاہیے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ظلم کرنے سے بچو، کیوں کہ ظلم آخرت میں اندھیریوں کا باعث ہوگا۔ [مسلم: ۶۷۴۱ عن جابر رضی اللہ عنہ]

مظلوم کی بد دعا سے بچتے رہنا چاہیے؛ کیوں کہ اگر مظلوم بد دعا کرتا ہے، تو اللہ تعالی اس کی بد دعا ضرور قبول کرتے ہیں اور ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دیتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی بد دعا سے بچتے رہو، کیوں کہ اس کے اور اللہ تعالی کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں رہتی ہے۔

[بخاری: ۲۴۴۸ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما]

ایک دوسری حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی بد دعا سے بچتے رہو، کیوں کہ وہ اللہ تعالی سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ تعالی کسی حق دار کو اس کا حق دینے سے محروم نہیں کرتا۔ [مشکوۃ: ۵۱۳۴ عن علی رضی اللہ عنہ]

اسلام رحم دلی کا حکم دیتا ہے:

اسلام ظلم وستم کو ناپسند کرتا ہے، ظلم اسلام کی نظر میں بہت بڑا گناہ ہے اور اسلام دنیا میں

ظلم کا بہت بڑا مخالف ہے اس سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ اسلام ایک خالص امن پسند مذہب ہے، وہ کسی انسان کو ستانے یا خواہ مخواہ قتل کرنے کا حکم نہیں دیتا ہے، اور نہ ہی اس کے بارے میں اس کا تصور کیا جاسکتا ہے۔اس کی تعلیمات سراسر رحم دلی، خیر خواہی، ہمدردی، محبت ومودت اورامن پسندی پر مبنی ہیں۔رحم دلی کی اسلام میں اتنی اہمیت ہے کہ اسلام نے انسان کے ساتھ ساتھ جانوروں تک کو ستانے سے منع کیا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رحم کرنے والوں پر خدائے رحمان رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔ [ابوداؤد: ۴۹۴۱، عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما]

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم رحم کیا کرو، تمھارے ساتھ بھی رحم کا معاملہ کیا جائے گا اور (دوسروں کو) معاف کردیا کرو، تمھیں بھی معاف کردیا جائے گا۔

[شعب الایمان: ۷۲۳۶، عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما]

ایک دوسری حدیث میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ عزوجل بھی اس پر رحم نہیں کرتے۔

[مسند احمد: ۱۹۱۸۷ عن جریر رضی اللہ عنہ]

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ [ترمذی: ۱۹۱۹، عن انس رضی اللہ عنہ]

انسانی جان کا احترام:

سماجی زندگی میں سب سے اہم مسئلہ امن وامان ہی کا ہے اورامن وامان کا تعلق جان و مال اورعزت وآبرو سب سے ہے، جب تک جان و مال اورعزت وآبرو محفوظ ہے، معاشرے میں امن وامان ہے، اگر یہ چیزیں محفوظ نہیں تو امن وسکون بھی ختم ہوجائے گا۔ اس لیے اسلام نے ہرایک کی جان ومال اورعزت وآبرو کو تحفظ فراہم کیا ہے اور غیر مسلموں کی جان ومال اورعزت وآبرو کو بھی وہی اہمیت دی ہے، جو مسلمانوں کی جان ومال اورعزت

وآبرو کو حاصل ہے۔ چناں چہ قرآن کریم نے مطلق نفس انسانی کے قتل سے منع کیا ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں: ”لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ “ یعنی کسی ایسے نفس کو جس کے قتل کو اللہ تعالی نے حرام قرار دیا ہے، ناحق قتل نہ کرو۔ [بنی اسرائیل: ۳۳]

ایک موقع پر کسی معقول سبب کے بغیر ایک شخص کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے: اللہ تعالی فرماتے ہیں: ”مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا یعنی جس نے کسی نفس انسانی کو کسی دوسرے کے بدلے یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا۔ [سورۂ مائدہ: ۳۲]

اس آیت میں ایک انسان کے قتل کو تمام انسانوں کے قتل کے برابر قرار دیا گیا ہے؛ کیوں کہ اگر کوئی آدمی ایک بے قصور شخص کو قتل کر سکتا ہے، تو وہ انسانیت کے کسی بھی فرد کو قتل و غارت گری کا نشانہ بنا سکتا ہے؛ اس لیے گویا وہ پوری انسانیت کا قاتل ہے۔ ان آیات میں مسلمان اور غیر مسلم کی کوئی قید نہیں ہے، بل کہ مطلقاً کسی بھی انسان کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

املاک کا احترام:

جس طرح اسلام کی نظر میں انسانی جان قابل احترام ہے اسی طرح اس کی املاک بھی قابل احترام ہے، ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا: سنو! ظلم مت کرو، سنو! ظلم مت کرو، سنو! ظلم مت کرو؛ کیوں کہ کسی مسلمان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔ [مسند احمد: ۲۰۶۹۵]

مسلمان تو مسلمان، اسلام میں غیر مسلموں کی ملکیتیں بھی اسی طرح قابل احترم ہیں جیسا کہ مسلمانوں کی، بغیر رضامندی کے نہ کسی مسلمان کا مال لیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی غیر مسلم کا مال۔

فتح خیبر کے موقع پر بعض مسلمانوں نے یہودیوں کے جانور ذبح کردیے اور کچھ پھل کھالیے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر بیان فرمایا، اوراس عمل پر ناگواری ظاہر کی اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے بغیر اجازت کے ان کے پھل کھانے کو تمہارے لیے حلال نہیں کیا ہے۔ [ابوداؤد: ۳۰۵۰ عن العرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ مختصراً]

اسی طرح بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے: ''خبر دار! جس نے کسی مُعَاہِد (معاہدہ کرنے والے) پر ظلم کیا، یا اس کی حق تلفی کی، یا اسے اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف کیا، یا اس سے کوئی چیز اس کی رضامندی کے بغیر لے لی، تو میں قیامت کے دن اس کا فریق ہوں گا۔

بخاری شریف کی ایک حدیث ہے: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے بالشت بھر زمین کا کوئی حصہ ظلم کے طور پر دبالیا، تو قیامت کے دن اس کے گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔''
[بخاری: ۳۱۹۸ عن سعید بن زید رضی اللہ عنہ]

عزت وآبرو کی حفاظت:

امن وامان کا تعلق جس طرح جان و مال کے احترام سے ہے اسی طرح اس کا تعلق عزت وآبرو کی حفاظت سے بھی ہے، اگر معاشرے میں عزت وآبرو کی حفاظت ہوگی تو امن وامان باقی رہے گا؛ اس لیے اسلام اپنی اور دوسروں کی عزت وآبرو اور عصمت وعفت کی حفاظت کا حکم دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر بڑے کی عزت کا حکم دیا ہے اور چھوٹے کے ساتھ شفقت اور محبت کی تلقین کی ہے۔

مؤمنوں سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''اے ایمان والو! ایک گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، نہ ایک دوسرے پر طعن کرو اور نہ ایک

دوسرے کو برے القاب دو۔ [سورۂ حجرات:۱۱]

قرآن میں مردوں کو اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنی نگاہوں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور یہی حکم مسلمان عورتوں کو بھی دیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: مومنوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، بے شک اللہ ان کے کاموں سے باخبر ہے۔ اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ [سورۂ نور:۳۰،۳۱]

عصمت وعفت کی حفاظت کی خاطر اسلام زنا اور زنا کے اسباب کے قریب بھی نہ جانے کا حکم دیتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: ’’اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو، بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے۔‘‘ [سورۂ اسراء:۱۷]

کیوں کہ زنا سے نسب بھی ضائع ہوتا ہے اور اس سے اتنے زیادہ معاشرتی فساد پھیلتے ہیں کہ اس کی کوئی حد نہیں رہتی اور اس کے برے نتائج بعض اوقات پورے قبیلوں اور قوموں کو برباد کر دیتے ہیں، دشمنیاں اور فتنے پیدا ہوتے ہیں، چوری اور ڈاکہ وقتل کی واردات سامنے آتی ہیں؛ جس سے امن وامان ختم ہو جاتا ہے۔ آج دنیا میں اس طرح کے واقعات کثرت سے ہو رہے ہیں؛ اگر ان کے حالات کی تحقیق کی جائے تو آدھے سے زیادہ واقعات کا سبب زنا کا ارتکاب کرنے والے کوئی عورت ومرد نکلتے ہیں؛ اسی لیے اسلام نے اس جرم کو تمام جرائم میں سب سے اشد قرار دیا ہے اور اس کی سزا بھی تمام جرائم کی سزاؤں سے زیادہ سخت رکھی ہے؛ کیوں کہ یہ ایک جرم دوسرے سینکڑوں جرائم کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

حدیث میں ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں شادی شدہ زنا کار پر لعنت کرتی ہیں اور جہنم میں ایسے لوگوں کی شرم گاہوں سے ایسی سخت بدبو پھیلے گی کہ اہلِ جہنم بھی اس سے پریشان ہوں گے اور آگ کے عذاب کے ساتھ ان کی رسوائی جہنم میں بھی ہوتی رہے گی۔
[مسند بزار:۴۴۳۱ عن بریدۃ رضی اللہ عنہ]

ایک دوسری حدیث میں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: زنا کرنے والا زنا کرنے کے وقت مومن نہیں ہوتا، چوری کرنے والا چوری کرنے کے وقت مومن نہیں ہوتا اور شراب پینے والا مومن شراب پینے کے وقت مومن نہیں ہوتا۔ [بخاری: ۵۵۷۸ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ]

یعنی یہ جرم کرنے والے جس وقت یہ جرم کرتے ہیں، تو اس وقت ایمان ان کے دل سے نکل کر باہر آجاتا ہے اور پھر جب اس جرم سے لوٹ جاتے ہیں تو ایمان واپس آجاتا ہے۔

اسلام میں غیر مسلموں کی عزت وآبرو کی بھی وہی اہمیت ہے، جو مسلمانوں کی ہے، عفت وعصمت کو برباد کرنے والی چیزیں حرام ہیں، چاہے مسلمانوں کے ساتھ کی جائیں یا غیر مسلموں کے ساتھ کی جائیں، جو سزا کسی مسلمان عورت کی آبروریزی کی ہے، وہی سزا غیر مسلم عورت کی آبروریزی کی ہے، غرضیکہ عزت وآبرو کے سلسلے میں غیر مسلموں کو وہی درجہ حاصل ہے جو مسلمانوں کو حاصل ہے۔

عبادت گاہوں کا احترام:

معاشرے میں امن وامان کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ کسی کے دل کو تکلیف نہ پہنچائی جائے اور دلوں کو اس وقت زیادہ تکلیف پہنچتی ہے، جب عبادت گاہوں کی بے حرمتی کی جاتی ہے، عبادت گاہوں کے معاملہ میں بھی اسلام نے تمام اہل مذاہب کے جذبات کا خیال رکھا ہے اور امت کو خیال رکھنے کی ترغیب دی ہے، قرآن مجید نے جہاں عبادت گاہوں کے منہدم کرنے کی مذمت کی ہے، وہاں مسلمانوں کی مسجدوں سے پہلے یہودیوں اور عیسائیوں کے گرجوں کا ذکر فرمایا ہے؛ اس سے ظاہر ہے کہ عبادت گاہیں خواہ کسی مذہب کی ہوں، ان کا احترام ملحوظ رکھنا چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنونجران سے جو معاہدہ کیا اس میں یہ صراحت فرمائی کہ ان کی عبادت گاہیں منہدم نہیں کی جائیں گی اور نہ مذہبی امور میں کوئی رکاوٹ پیدا کی جائے گی۔

[ابوداؤد: ۳۰۴۱ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما]

عہد صدیقی میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حیرہ کا علاقہ فتح ہوا، اہل حیرہ کے لیے انھوں نے جو دستاویز تیار فرمائی، اس میں بھی یہ صراحت موجود ہے کہ عیسائیوں کے چرچ اور گرجے منہدم نہیں کیے جائیں گے۔ [الخراج لأبي يوسف:١/ ١٧٥]

خلافت راشدہ اور بعد کے مسلم عہد میں اس طرح کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام عقیدۂ توحید کی حفاظت میں جس قدر حساس ہے، غیر مسلموں کے مذہبی اور سماجی مسائل میں اسی قدر نرم بھی ہے۔ کسی ایسے مسئلے سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا جس سے امن وامان کے ختم ہونے اور لوگوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

غیر مسلموں کے ساتھ معاملات:

اسلام غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا قائل ہے، اسلام نے اس سلسلے میں واضح معیار متعین کرتے ہوئے یہ تفصیل بیان کی ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، ان کے خلاف دشمنی کا اظہار نہ کرے، ان کو پریشان کرنے کے پلاننگ نہ بنائے، اور ان کے دینی معاملات میں رکاوٹ نہ بنے تو شریعت نے ایسے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور معاملات کو پسند کیا ہے۔ چناں چہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ''لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۸﴾'' [سورۂ ممتحنہ:۸]

اللہ تمھیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی، اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا، ان کے ساتھ تم کوئی نیکی کا یا انصاف کا معاملہ کرو، یقینا اللہ تعالی انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اس سے اس بات کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو عام طور پر اُچھالی جاتی ہے کہ اسلام غیر مسلموں کے ساتھ معاملہ کرنے کا قائل نہیں ہے۔

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ مسلمانوں کو یہ حکم نہیں ہے کہ وہ خاموش بیٹھے ظلم برداشت

کرتے رہیں اور اپنے دین وایمان اور جان و مال کا دفاع نہ کریں، اسلام ایسی ذلت کی زندگی کو ہرگز گوارا نہیں کرتا؛ لہذا اگر کوئی فرد، قوم یا جماعت مسلمانوں پر ظلم کرے گی تو مسلمانوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے تحفظ اور بچاؤ کے لیے جو بھی صورت ممکن ہو اسے اپنائیں اور ایسے ظالموں سے کسی طرح کا تعلق نہ رکھیں۔ چناں چہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ"

[سورۂ ممتحنۃ: ۹] اللہ تو تمھیں اس بات سے منع کرتا ہے کہ جن لوگوں نے تمھارے ساتھ دین کے معاملے میں جنگ کی ہے، اور تمھیں اپنے گھروں سے نکالا ہے، اور تمھیں نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے، تم ان سے دوستی رکھو۔ اور جو لوگ ان سے دوستی رکھیں گے، وہ ظالم لوگ ہیں۔

ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ اسلام اچھے کافروں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کا حکم دیتا ہے اور برے کافروں سے دور رہنے اور ان سے اپنے دین وایمان کی حفاظت کرنے حکم دیتا ہے۔ تاکہ دین وایمان بھی محفوظ رہیں اور معاشرے میں امن وامان بھی برقرار رہے۔ اس طرح اسلام نے مختلف طریقوں سے ایسی قانونی تدابیر کی ہیں، جو ظلم ونفرت کو روکنے کا ذریعہ بن سکیں اور امن وامان قائم کرنے میں مددگار ہو سکیں۔

وہ اسباب جن کی وجہ سے معاشرے میں ظلم ونفرت کی ہوا چل پڑتی ہے، اور امن و امان برباد ہو جاتا ہے، یوں تو بہت ہیں، جن میں سے کچھ کا تذکرہ اوپر آچکا ہے؛ مگر موجودہ زمانے میں خاص طور سے جو چیز امن وامان کو خاکستر کرنے میں بہت زیادہ مؤثر کردار ادا کر رہی ہے وہ دو ہے: (۱) ذات پات کا لحاظ (۲) اور مذہبی منافرت۔

ذات پات کا لحاظ:

عام طور پر جو چیز انسان کو ظلم وزیادتی پر آمادہ کرتی ہے اور جس کے نتیجہ میں امن وامان ختم ہو جاتا ہے، وہ ایک جماعت کا دوسری جماعت یا ایک خاندان کا دوسرے خاندان یا

ایک قبیلے کا دوسرے قبیلے کے مقابلہ میں احساس برتری میں مبتلا ہونا اور دوسرے کو اپنے مقابلہ میں حقیر سمجھنا ہے۔ مختلف زمانوں میں دنیا کی مختلف قومیں اس مرض کا شکار ہو چکی ہیں، خود ہندوستان میں ذات پات کی بنیاد پر ہندوستانی باشندے بدترین ظلم وزیادتی کے شکار رہے ہیں اور آج بھی اس کے اثرات باقی ہیں۔ مگر اسلام نے بنیادی طور پر اس فاسد سوچ و فکر کی نفی کی ہے اور اعلان کیا ہے کہ تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں؛ اس لیے نسلی بنیاد پر نہ کوئی بالاتر ہے اور نہ کوئی کمتر ہے۔ اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتے ہیں: "یَآأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً" اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں (دُنیا میں) پھلا دیے۔ [سورۂ نساء:۱]

نیز ہر انسان بحیثیت انسان اکرام واحترام کے قابل ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں: "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ آدَمَ" ورحقیقت یہ ہے کہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے۔

[سورۂ بنی اسرائیل:۷۰]

اسلام کا بنیادی تصور یہ ہے کہ فضیلت وشرافت اتفاقی طور پر حاصل نہیں ہوتی؛ بل کہ وہ حاصل کرنے سے آتی ہے، یعنی انسان کا عمل، اس کی بہتر کوششیں، اس کے اچھے کارنامے اور اس کے بلند اخلاق سے فضیلت وشرافت حاصل ہوتی ہے۔ کسی خاندان، کسی نسل یا کسی علاقہ میں پیدا ہو جانے اور بغیر کسی ارادہ واختیار اور محنت کے فضیلت وشرافت نہیں آجاتی ہے؛ اس لیے کسی انسان کو دوسرے قبیلے، خاندان اور جماعت کے کسی فرد کو کمتر یا حقیر نہیں سمجھنا چاہیے؛ اس سے برے جذبات پیدا ہوتے ہیں، جو ظلم وتشدد تک پہنچا دیتے ہیں، جس سے معاشرہ کا امن وسکون غارت ہو جاتا ہے۔

مذہب کو اختلاف اور نفرت کی بنیاد نہیں بنانا چاہیے:

دوسری چیز، جس کی بنا پر عدل وانصاف نہیں ہوتا ہے اور جس کے نتیجے میں معاشرے

میں امن و امان ختم ہو جاتا ہے، ایک مذہب سے تعلق رکھنے والوں کا دوسرے مذہب کے ماننے والوں سے نفرت اور دشمنی رکھنا ہے۔ اسلام کا عقیدہ تو یہی ہے کہ دین حق تو ایک ہی ہے، جس کی بنیاد توحید پر قائم ہے، یہی وہ دین ہے جس کی ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے پیغمبروں نے دعوت دی ہے؛ لیکن یہ بات بھی ہے کہ دین کے معاملہ میں تشدد اور سختی درست نہیں ہے، یعنی ایک شخص دوسرے کو اس بات پر مجبور نہیں کرسکتا کہ وہ اس کے دین کو قبول کرے، قرآن میں ہے ”لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ“ یعنی دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے، ہدایت کا راستہ گمراہی سے ممتاز ہو کر واضح ہو چکا ہے۔ [سورۂ بقرۃ:۲۵۶]

بل کہ اسلام میں یہ بھی درست نہیں کہ کسی شخص کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو اس لیے روک دیا جائے کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔

مذہب کو اختلاف اور نفرت کی بنیاد بنانا بالکل جائز نہیں ہے، اس سلسلہ میں اسلام انتہائی احتیاط سے کام لینے کی ہدایت دیتا ہے اور کسی کے مذہب یا اس کے معبود کو برا بھلا کہہ کر اس کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے سے منع کرتا ہے اور قرآن نے واضح طور پر اس کی تعلیم و ہدایت دی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ”لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ“ یعنی مسلمانو! غیر مسلم جن دیوتاؤں اور دیویوں کو) اللہ تعالیٰ کے بجائے پکارتے ہیں، تم ان کو برا بھلا نہ کہو۔ [سورۂ انعام:۱۰۸]

اوپر ابھی یہ بات گذر چکی ہے کہ عبادت گاہیں خواہ کسی بھی مذہب کی ہوں، ان کا احترام ملحوظ رکھنا چاہیے، اسی طرح قرآن کریم نے ایک کثیر مذہبی معاشرے کے لیے بھی ہدایت دی ہے کہ ہر مذہبی جماعت اپنے عقیدہ کے مطابق عمل کرے اور دوسروں کے معاملہ میں رکاوٹ نہ ڈالے، ”لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ“ کہ تمھارے لیے تمھارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔ [سورۂ کافرون:٦]

ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ“

ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال ہیں۔ [سورۂ شوریٰ:۱۵]

الغرض اسلام مذہب کو اختلاف، نفرت، ظلم و زیادتی اور رہن سہن میں تشدد اور سختی کا ذریعہ بنانے کی بالکل اجازت نہیں دیتا؛ کیوں کہ ان چیزوں سے معاشرہ کا امن و امان ختم ہو جاتا ہے اور لوگوں میں بے چینی اور خوف و ہراس پیدا ہو جاتا ہے۔

امن اور انسان کی ذمہ داری:

انسان کو پر امن ماحول اسی وقت میسر ہو سکتا ہے، جب کہ معاشرہ کا ہر فرد اپنے ذمہ عائد ہونے والے دوسروں کے حقوق پورے اہتمام سے ادا کرے۔ چناں چہ اسلام نے معاشرے کی اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لیے حقوق و فرائض سے متعلق واضح اور تفصیلی ہدایات دی ہیں۔ حقوق کے باب میں اسلام کی ایک اہم خصوصیت مساوات اور برابری ہے، اس نے انسانوں کے درمیان رنگ و نسل، علاقہ و زبان، مسلم و غیر مسلم یا کسی اور بنیاد پر کوئی تفریق نہیں کی ہے؛ بل کہ تمام انسانوں کے ساتھ یکساں معاملہ کیا ہے، اور اس نے پوری انسانیت کو بنیادی طور پر پانچ حقوق دیے ہیں، اور انسان کو اس کا مکلف بنایا ہے کہ وہ کسی فرد کو ان حقوق سے محروم نہ کرے، وہ پانچ حقوق یہ ہیں: ① زندگی کا تحفظ۔ ② مذہبی آزادی۔ ③ نسل کی حفاظت۔ ④ عزت و آبرو کی حفاظت۔ ⑤ مال کا تحفظ۔

یہ تو پانچ بنیادی حقوق ہیں، جنہیں اسلام نے پوری انسانیت کو عطا کیا ہے؛ تا کہ پوری انسانیت امن و عافیت کے ساتھ زندگی گذار سکے؛ لیکن حقوق کی ادائیگی پر معاشرہ کا امن موقوف ہے؛ اس لیے اسلام نے صرف ان پانچ بنیادی حقوق ہی کے بیان کرنے پر بس نہیں کیا؛ بل کہ بڑی وضاحت سے خاندان اور سماج کے ایک ایک فرد کے دوسرے پر جو حقوق ہیں، ان کو بیان کیا ہے، مثلاً: ماں باپ، بھائی بہن، میاں بیوی، رشتہ دار اور اسی طرح تمام مظلومین کو ان کے حقوق دینے کی تفصیل بتائی ہے؛ اگر اسلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق تمام حقوق ادا کیے جائیں اور ہر مظلوم کو اس کا حق دیا جائے، تو پھر پورا

معاشرہ امن وامان کا گہوارہ بن جائے گا۔

موجودہ دور میں بدامنی و بے چینی کی ایک اہم اور بڑی وجہ یہ ہے کہ ہر انسان کو اپنے حقوق حاصل کرنے کی فکر تو برابر رہتی ہے؛ البتہ دوسروں کے حقوق، جو اس کے ذمہ ہوتے ہیں، اس کو بھول جاتا ہے؛ حالاں کہ اسلامی تعلیم کے مطابق اسلام نے دوسروں سے اپنے حقوق حاصل کرنے کی اجازت تو دی ہے؛ لیکن ہر انسان کو اس بات کی بھی تاکید کی ہے کہ وہ دوسروں کے حقوق ادا کرنے کا بھی پورا اہتمام کرے۔ اگر ہر شخص اسلام کی اس تعلیم کے مطابق زندگی گذارے تو بدامنی دور ہو جائے گی اور ماحول پر امن ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

حرف انتہاء:

دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں؛ اگر چہ ان کی تعلیمات میں اختلاف پایا جاتا ہے؛ لیکن اس بات پر سب متفق ہیں کہ انسان کا اصل جوہر اس کے اخلاق ہیں اور اخلاق کی بنیاد انسان کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے پر ہے؛ اس لیے ترقی کے اس دور میں بھی سب سے زیادہ جس ترقی کی ضرورت ہے، وہ ہے انسان کی اخلاقی ترقی، اور جس چیز نے انسانی معاشرہ کو بے سکون کر دیا ہے، وہ ہے انسانوں کا انسانیت سے محروم ہو جانا؛ اس لیے ہر مذہب کے رہنماؤں کا فریضہ ہے کہ وہ آگے بڑھیں، سماج کو اخلاق اور انسانیت کی طرف بلائیں اور ایک ایسا معاشرہ بنانے کی کوشش کریں جو محبت اور پیار پر مبنی ہو، جس میں لوگوں کی سوچ بہتر ہو، جس میں ہر انسان کے سینے میں انسانوں کے لیے تڑپنے والا دل ہو، جو انسانیت کے لیے خیر خواہی اور بھلائی کو اپنا مقصود بناتا ہو، جو دوسروں کے لیے بھی وہی پسند کرتا ہو جو اپنے لیے پسند کرتا ہو اور معاشرے میں اخلاقی بلندی لوگوں کے لیے عزت و شرافت کا معیار ہو، اس طرح ایک ایسا سماج اور معاشرہ بن سکے گا جس میں عدل وانصاف اور امن وامان قائم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)